بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

اس امر کا دعویٰ تو مشکل ہے کہ خاکسار نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری کتابوں کو بالاستیعاب پڑھا ہے، لیکن چند برس پیشتر مجھے ان کی بعض ایسی کتب پڑھنے کا موقع ملا جو قادیانیوں کے ہاں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کتب کے علاوہ میں "الفضل" اخبار بھی برابر دیکھتا رہا۔ ان چیزوں کے مطالعہ کے بعد میرا تاثر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس لیے وہ اور اُن کو نبی تسلیم کرنے والے کبھی دائرہ اسلام کے اندر نہیں رہ سکتے کیونکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی نئے نبی کی نبوت بحیثیت مسلمان تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ نے اس گروہ کے ساتھ اپنا رشتہ بالکل منقطع کر لیا ہے اور دوسری طرف خود قادیانیوں نے بھی اُن لوگوں کو جو اُن کی نبوت کے قائل نہیں کافروں کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

اس حقیقت کو خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی مختلف تحریروں میں واضح کیا ہے

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانے میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گزر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں اُن کو دیکھا ہے۔ اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لیے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیے اور آسمان پر خسوف و کسوف رمضان میں ہوا۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے احکام

کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افترا کرنے کا فر ٹھہرا کیونکہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

"کفر دو طرح پر ہے۔ ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ از مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب کی ان تصریحات کے بعد ایک معقول انسان کے لیے تعبیر و تاویل کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اُن کا موقف اتنا صریح اور واضح ہے کہ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو پھر جو انہیں نبی نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ اور اگر اُن کا دعویٰ باطل ہے تو پھر وہ اور اُن کے ماننے والے دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہیں۔ اسی مسلک کی صراحت مرزا صاحب کے بڑے بڑے معتقدین نے کی ہے۔ مثال کے طور پر اُن کے فرزند صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب قادیانی نے اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے بڑے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے:

"اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دو شخصوں کو سب سے بڑا کافر بیان فرمایا ہے۔ اول وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے حالانکہ درحقیقت اسے کوئی الہام نہیں ہوا۔ دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ جیسے فرمایا و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا و کذب بآیاتہ (اس آیت میں ظالم سے کافر مراد ہے)

اور حضرت مسیح موعود نے بھی ظالم کے یہ ہی معنی کیے ہیں" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ حاشیہ)

اب مسیح موعود کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض مفتری علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے۔ اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس سے ہمکلام ہوتا تھا اور اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنے والے پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ص ۱۲۳ نمبر ۳ جلد ۱۴)

مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی یہ کوئی ایسی تصریح نہیں جو قادیانی لٹریچر کی سلوٹوں میں سے ڈھونڈ کر لائی گئی ہو۔ اس نوعیت کی بے شمار تصریحات اُن کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ اور ان کے درمیان ایک معنوی ربط پایا جاتا ہے۔ پھر مرزا صاحب کے ماننے والوں نے اپنے طرزِ عمل سے بھی اس موقف کے عملی مضمرات کی پوری طرح تشریح کی ہے۔ اُن کے ہاں امتِ مسلمہ کا ہر وہ فرد جو غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ دائرۂ اسلام سے یکسر خارج ہے اور اُسی سلوک کا مستحق ہے جو ایک مسلمان کو غیر مسلم سے کرنا چاہیے۔

کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد امتِ مسلمہ کا ہر فرد اس بات کا استحقاق رکھتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے، مسلمانوں کے ساتھ رشتے ناطے کرے اور وفات کے وقت اُس کے دینی بھائی اجتماعی طور پر اُس کی نمازِ جنازہ ادا کریں، خداوند تعالیٰ کے حضور میں اُس کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔ عبادت اور معاشرتی رشتے ہی درحقیقت کسی ملت

سے مختلف افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اجتماعی عبادت سے ایک قوم کے مختلف عناصر کے درمیان روحانی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے جو بالآخر ضمیر و وجدان کی یکجہتی کو معرض وجود میں لاتی ہے۔ اسی طرح رشتے ناطے افراد کے جسموں کو ایک دوسرے سے قریب کرتے ہیں اور ان کی مدد سے ایک ایسی معاشرت جنم لیتی ہے جو مختلف افراد کے اخلاق و اطوار کو ایک رنگ میں رنگ کر اُن کے اندر فکر و عمل کی وحدت پیدا کرتی ہے یہی روحانی یگانگت اور جسمانی قرب وہ دو بنیادیں ہیں جن پر کسی ملت کی تشکیل کی جاتی ہے۔ان دو بنیادوں کو دنیا کی کوئی ہوشمند قوم ایک لمحہ کے لیے بھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔ خصوصاً وہ قوم جس کی تعمیر میں رنگ، نسل، وطن اور زبان کا کوئی جزو شامل نہ ہو، اس کے لیے تو اجتماعی عبادات اور معاشرتی تعلقات روح کی طرح غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں اور انہیں امتیازات کی وجہ سے وہ قوم دوسری اقوام سے ممیّز اور ممتاز ہوتی ہے۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ ان دو اہم معاملات میں مرزا غلام احمد صاحب کے معتقدین نے کونسا طرزِ عمل اختیار کیا ہے اور اُن کے اس افسوسناک طرزِ عمل کو دیکھنے کے بعد انہیں امتِ مسلمہ کا ہی ایک "فعال فرقہ تسلیم" کرنے کی کہاں تک گنجائش رہ جاتی ہے۔

نماز کے بارے میں مرزا صاحب اور ان کے رفقاءِ کار کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

"پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔بلکہ چاہیے کہ تمہارا امام ہی جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرح حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اماماکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں سب کو ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔پس تم ایسا ہی کرو۔کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔" (اربعین نمبر ۳ صہ ۳۴۔حاشیہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب۔بحوالہ قادیانی مذہب از محمد الیاس برنی)

پھر مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے بھی اس امر کی تاکید کرتے ہوئے بار بار کہا ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔"

(انوار خلافت۔ مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد صاحب ص۸۹)

اسی طرح نماز جنازہ کے متعلق اس گروہ کا رویہ دیکھیے:

"حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے (فضل احمد صاحب) مرحوم کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔" (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۳۱ء جلد ۹ نمبر ۴۷۔ بحوالہ قادیانی مذہب)

"میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اس کا جنازہ جائز نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ احمدی نہیں ہیں۔ اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں ان کا جنازہ بھی جائز نہیں۔ غیر مبایعین (لاہوری جماعت) کے گروہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا صاحب) کو کسی قسم کی بھی نبوت حاصل نہیں تھی اور وہ نبوت کے معاملے میں حضرت مسیح موعود کے الفاظ کو غلطی پر محمول کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی احمدی نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کا بھی جنازہ جائز نہیں۔" (میاں محمود احمد صاحب قادیانی خلیفہ قادیان کا مکتوب مورخہ ۱۲؍اپریل ۱۹۲۶ء)

قادیانیوں کے ہاں اس معاملے میں اس قدر شدت ہے کہ وہ کسی غیر احمدی بچے کا جنازہ پڑھنا بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر مبایع (لاہوری جماعت) کہتے ہیں کہ غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں وہ بچہ جوان

ہو کر احمدی ہوتا۔

اس کے متعلق (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) نے فرمایا جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا" (ڈائری میاں محمود احمد صاحب۔ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء) بحوالہ قادیانی مذہب از الیاس برنی۔

پھر نکاح کے معاملے میں بھی قادیانیوں کے ہاں جو تشدد پایا جاتا ہے اُس کا اندازہ مندرجۂ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

"حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفۂ اول حکیم نور الدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا"

(انوارِ خلافت صہ ۹۳ مصنفہ میاں محمود احمد)

مرزا صاحب اور ان کے معتقدین کی تحریروں اور تقریروں کے جو اقتباسات گزشتہ صفحات میں نقل کیے گئے ہیں۔ یہ اپنے معانی اور مطالب کے لحاظ سے بڑے واضح ہیں۔ اس لیے ان کی کوئی دوسری تعبیر ممکن نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کوئی استثنائی مثالیں بھی نہیں جن کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ یہ کسی مخالف اور دشمن کی فریب کاریاں ہیں۔ پھر انہیں یہ کہہ کر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کسی مجذوب کی عارضی اور خوابی آسا کیفیات کا اظہار ہے جو اُس نے جذب و مستی کے عالم میں "یونہی" کہہ ڈالیں۔ اس طرح کی تحریریں جن میں ان افکار و نظریات کی وضاحت کی گئی ہے، تعداد کے اعتبار سے اتنی زیادہ ہیں کہ حسن ظن کی

آخری سرحدی کو چھو کر بھی انہیں استثنائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر ان میں جذب و مستی کی وہ خود فراموشی اور انفعالیت بھی ناپید ہے جو عام طور پر اس راہ کے مسافروں کے حصے میں آتی ہے۔ مرزا صاحب کا دعوائے نبوت ایک خاص اندازِ فکر کا ترجمان ہے، جس پر ایک مخصوص نظامِ عمل کی تشکیل ہوتی ہے پھر اس نظامِ فکر و عمل کو قائم کرنے کے لیے ایک ایسی جماعت معرضِ وجود میں لائی گئی ہے جو اپنی ہیئت اور مزاج کے اعتبار سے امتِ مسلمہ سے بالکل الگ اور جُداگانہ ہے اس بنا پر دوسرے مسلمانوں کو بالکل کافر سمجھتے ہوئے اُن کے ساتھ زندگی کے ہر معاملہ میں غیر مسلموں کا سا برتاؤ کرتی ہے۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے مجھے ان حضرات کے موقف پر ہمیشہ حیرت ہوتی ہے جو مرزا صاحب کے اس کھلے ہوئے دعوائے نبوت، پھر اس خانہ ساز نبوت کے انکار و اقرار پر کفر اور اسلام کے انحصار اور اس کے نتیجے میں ایک نئی امت کی تشکیل کے باوجود اس گروہ اور اس کی قیادت کو دائرۂ اسلام کے اندر رکھنے پر مصر ہیں۔

اس موقف کو اختیار کرنے والوں میں ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جو غلط تعلیم و تربیت کی وجہ سے عقیدۂ ختمِ نبوت کی اصل اہمیت ہی سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ لوگ دراصل معذور ہیں۔ اور دینی معاملات میں ان کے نظریات کوئی وزن نہیں رکھتے۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر وہ حضرات ہیں جو دینی تعلیمات کے علمبردار ہیں اور اسلامی عقائد اور اُن کے مضمرات کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے پر بضد ہیں۔ اس گروہ کی ایک نمایاں شخصیت حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی ہیں۔ مولانا کی ذاتِ گرامی اس دور میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اُن کے قلم نے دین کی بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں خود راقم الحروف اُن کے علم و فضل کا بڑا معترف ہے اور اُن کی ذاتِ گرامی سے اُس کی عقیدت اُن کے کسی مُرید سے کم نہیں۔

مولانا کی دین سے گہری محبت اور دینی معاملات میں اُن کی بصیرت کی وجہ سے میں ہمیشہ اس بات کا آرزومند رہا کہ کاش مولانا کے وہ دلائل معلوم ہو سکیں جن کی بنا پر وہ قادیانیوں کو دائرۂ اسلام میں شامل کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ خط کے ذریعہ اُن سے اس معاملہ میں رہنمائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اُن کی عدیم الفرصتی کے پیشِ نظر پھر اُسے ملتوی کر دیا۔ چند سال پیشتر جب وہ اسلامی کلوکیم میں لاہور تشریف لائے اُن کی خدمتِ اقدس میں اسی غرض سے حاضر بھی ہوا لیکن اُن کی مصروفیات کے پیشِ نظر اُن سے گزارش نہ کر سکا۔ اسے محض بخت و اتفاق سمجھیے کہ پچھلے دنوں بعض لوگوں کے استفسار پر انہوں نے اس موضوع پر کھل کر اظہارِ خیال فرما دیا ہے۔ ہم ذیل میں خطوط اور مولانا موصوف کے جوابات درج کرتے ہیں تاکہ اُن کا موقف اور اُس کے دلائل پوری طرح قارئین کے سامنے آ جائیں۔

مراسلہ: صدقِ جدید۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

ایک مخلص کا الٹی میٹم

"بچپن ہی سے آپ کے ساتھ ایک خصوصی تعلقِ خاطر رہا ہے۔ شاید ۱۹۳۴ء کا زمانہ ہے جب میں نے آپ کو . . . لکھنے کی دعوت دی اور آپ نے "تنہیم کا راج" اور . . ." مقالے بھجوائے، جو آج تک بے شمار دفعہ چھپ کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو چکے ہیں اب بھی اگر کوئی ایمان افروز چیز سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھ کر بھجوائیں تو میں ان شاء اللہ اور مفت تقسیم کا بندوبست کروں گا۔ آپ سے راقم السطور کو شدید اسلامی گلہ ہے کہ آپ قادیانیت کی پشت پناہی کرتے ہیں اس سے آپ کی محبوبیت میرے خیال میں مجروح ہو چکی ہے۔ قادیانیت خواہ وہ ربوہ کی ہو یا احمدیہ بلڈنگس کی، دینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انگریز کی سازش ہے۔ یہ آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ میں آپ سے شدت کے ساتھ یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ قادیانیت سے اپنے دامن کو ہمیشہ کے لیے بچا کر رکھیں۔ آپ کی تحریریں قادیانیت کی تعریف میں، جب قادیانی اخبارات پیش کرتے ہیں۔ تو دل چاہتا ہے کہ آپ سے پوری جنگ کی جائے۔ آپ کو معلوم ہے کہ . . . میں آج سے

نہیں سالہا سال سے آپ کی سچی باتیں التزام کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں۔۔۔۔ ضرور آپ کی نظر سے گزرتا ہوگا۔ آپ کے دل کی تمام اسلامی خوبصورتی میرے نزدیک اس وقت غارت ہو جاتی ہے جب آپ کے قلم سے قادیانیت کی تعریف میں کلمات نظر آتے ہیں یہ ایک ایسا وبال ہے جو آپ اپنے اوپر لے رہے ہیں یہ دوسرے لوگوں کی گمراہی کا وبال ہے جس کی ذمہ داری قیامت کے دن آپ پر ہوگی۔

ایڈیٹر۔۔۔۔ (کراچی)

صدق۔ ان پاکستانی ایڈیٹر صاحب نے جس پُرزور پیرائے میں اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا ہے، اسے بجنسہٖ نذر ناظرین کر دیا گیا، اور یہ تحریر اپنی نوعیت کی کوئی پہلی نہیں بیسیوں تحریریں اسی مضمون کی بڑے سے بڑے عزیز مخلصوں کی طرف سے آچکی ہیں۔ اور برابر آتی ہی رہتی ہیں۔ لبِّ لباب یا حاصل ان سب تحریروں کا کچھ یوں ہاتھ آتا ہے:

"قادیانیت اپنے سارے اجزاء سمیت ایک سو فی صدی باطل اور دشمنِ اسلام و مخرب ایمان تحریک ہے۔ جس کا ذکر کسی اعتبار سے بھی موقع داد و تحسین پر قابلِ برداشت نہیں۔ یہ ایمان و ضمیر کا معاملہ ہے جس میں کسی مصالحت، مفاہمت، مداہنت اور تساہل کی گنجائش نہیں۔"

بے شک ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اسے کیا کیجیے کہ بعینہٖ یہی دینی مصلحت اندیشی یا (STRATEGY) جو آپ حضرات کو جوش و خروش اور تشدد پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔ کچھ اللہ کے بندوں کو ٹھیک اس کے برعکس نرمی اور رواداری کی طرف بھی لا رہی ہے! آپ حضرات کی نظر جب بھی پڑتی ہے تو مابہ الاختلاف پر، اور اس سے طبیعت فوراً اشتعال قبول کر لیتی ہے۔ لیکن کچھ نظریں ایسی بھی ہیں جو مابہ الاشتراک کی تلاش میں رہتی ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ اسی پر پڑتی ہیں۔ قدرۃً اس گروہ کا (وہ قلیل سہی)

کہنا یہ ہے کہ جب اشتراک عقیدۂ توحید میں موجود ہے، تصدیق رسالت میں ہے عقیدۂ آخرت میں ہے۔ حقانیت قرآن میں ہے۔ کلمہ میں ہے۔ قبلہ میں ہے۔ عبادات وفرائض پنج گانہ میں ہے۔ اور اختلاف صفات رسالت میں صرف ایک صفت خاتمیت میں بھی نہیں، بلکہ صرف تعبیر خاتمیت میں ہے تو یہ امت کے حق میں کہاں کی دوستی ہے کہ اسی کو اتنا اچھالا جائے اور نمایاں کیا جاتا رہے؟

اور مدیر صدق کے مسلک کی وسعت تو اس باب میں بالکل واضح وظاہر ہے اس نے تو داد اسرائیل کی دی ہے۔ بارہا تحسین فرنگی تہذیب کے بعض پہلوؤں (تنظیم، پابندی وقت، تجارتی دیانت وغیرہ) کی کی ہے۔ انگریزی حکومت کے روشن پہلوؤں کو یاد کیا ہے۔ اور گاندھی جی، جواہر لال، ٹیگور، سندر لال وغیرہ کتنے ہی ہندوؤں کا ذکر خیر موقع موقع سے کیا ہے۔

عجیب اتفاق کہ عین اسی وقت ایک (احمدی) مبلغ کا مفصل تبلیغ نامہ لاہور سے مدیر صدق کو موصول ہوا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ نمبر میں مفصل تبصرہ کے ساتھ درج ہوگا۔ جذبانیت اور غلو وتعصب سے بچ کر راہ حق پر قائم رہنے کی توفیق اللہ ہم سب کو عطا کرے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ مولانا کے اس جواب سے ہمیں تشفی نہیں ہوئی۔ یہاں سوال یہ نہیں کہ قادیانیوں کے ساتھ بہت سے معاملات میں ہمارا اشتراک ہے۔ بلکہ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کیا بعض عقائد میں اشتراک ہی صرف کسی فرد یا گروہ کو دائرۂ اسلام میں شامل کرنے کی ضمانت ہے۔ اگر اسی اصول کو ذرا وسعت دے دی جائے تو پھر بہائیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ شمار کرنا پڑے گا۔ یہ مانا کہ اُن کے اختلافات امتِ مسلمہ سے قادیانیوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں لیکن آخر اُن کے معتقدات اور مسلمانوں کے عقائد میں بھی ساری چیزیں تو

ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ اُن کے اور ہمارے درمیان بھی بہت سے معاملات میں اشتراک کی راہیں نکالی جا سکتی ہیں ۔" مابہ الاشتراک کی تلاش" کا جو جذبہ قادیانیوں کو دائرۂ اسلام کے اندر رکھنے پر ہمیں مجبور کرتا ہے وہ آخر بہائیوں اور اسی نوعیت کے دوسرے گروہوں کو امتِ مسلمہ کا حصہ قرار دینے میں آخر کیوں مانع ہے ۔ ان کے اور ہمارے درمیان بھی بہت سی چیزوں میں اشتراک ڈھونڈا جا سکتا ہے ۔ مولانا سے زیادہ ان گروہوں کے عقائد سے کون واقف ہوگا، میں ذیل میں بہاء اللہ کے چند کلمات نقل کرتا ہوں جنہیں دیکھ کر اس امر کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو کچھ اس شخص نے کہا ہے وہ بھی سراسر کفر نہیں ، بلکہ اس کے بہت سے اقوال اسلامی تعلیمات ہی سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں :

تمام نیکیوں کا سرچشمہ : خدا پر اعتماد ، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کی رضا پر راضی رہنا ہے ۔

دانائی کا جوہر : خداوند رب العزت کا خوف ، سطوت و قہر الٰہی کا ڈر اور خدائی عدل و قضاء کے مظاہر سے ترس و بیم ۔

دین کا ہیر : اُس کا اقرار کرنا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اور جو کچھ اُس کی محکم کتاب میں حکم دیئے گئے ہیں اُن کی متابعت کرنا ہے ۔

محبت کی جڑ : یہ ہے کہ بندہ اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہو اور اُس کے ماسوا سے منہ پھیر لے ۔ اپنے مولیٰ کے ارادے سے الگ اُس کی اور کوئی مراد نہ ہو ۔

کفر : خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور غیر اللہ پر بھروسہ کرنا اور خدا کے فیصلوں سے گریز کرنا ۔

توکل : یہ ہے کہ بندہ خدا پر کامل اعتماد کرتے ہوئے دنیا میں کسی کاروبار یا شغل میں مشغول رہے اور اپنی نظر اپنے مولیٰ کی طرف لگائے رکھے کیونکہ بندے کے تمام امور ہر حال میں خدا کی طرف راجع ہوتے ہیں ۔

تمام شرارت یا بدی کی جڑ : انسان کا خدا سے غافل ہو جانا اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرنا

(عالمگیر دین کے بہائی اصول)

مندرجۂ بالا اقوال کا مطالعہ کیجیے اور دیکھیے کہ کیا ان میں عقیدہ توحید، اور تعلق باللہ کی تعلیم نہیں دی گئی۔ لیکن ان معاملات میں اشتراک کے باوجود بہائیوں کو مسلمان شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ خود اس بات کے دعویدار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہاء اللہ کے ماننے والے اُن معتقدات کو اُن کے سارے لوازم کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے جو مسلمان بننے کے لیے لابدی ہیں۔ اصل معاملہ اشتراک کا نہیں بلکہ کسی ایسے عقیدے سے انحراف کا ہے جو دین میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

پھر مولانا کا یہ ارشاد کہ قادیانیوں کا اور مسلمانوں کا اختلاف صفاتِ رسالت میں صرف ایک صفت خاتمیت میں بھی نہیں بلکہ صرف تعبیرِ خاتمیت میں ہے "محلِ نظر ہے۔ مولانا سے زیادہ اس امر سے کون واقف ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے اندر اساس اور بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس معاملے میں مسلمانوں کے ہاں کس قدر اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے۔ اور اس میں کسی تعبیر کو کہاں تک گوارا کیا گیا ہے۔ میں مولانا محترم کی خدمتِ اقدس میں عرض کرتا ہوں کہ آپ براہِ کرم یہ بتائیں کہ کیا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین یا اس کے بعد بھی کسی قابلِ قدر ہستی نے خاتمیت کی یہ تعبیر کی ہے جو غلام احمد کر رہے ہیں اور پھر ملت نے اس کے ساتھ اُسی نرمی اور رواداری کا برتاؤ کیا ہے جس کی تلقین آپ فرما رہے ہیں۔ منطق اور زبان و ادب پر آپ کو جو غیر معمولی عبور حاصل ہے، اُسے دیکھتے ہوئے ذہن باور نہیں کرتا کہ آپ تعبیر کے حدود و قیود سے پوری طرح آگاہ نہ ہوں گے۔ تعبیر اس حد تک گوارا ہوتی ہے جس حد تک کسی معاملہ کا اصل مقصد نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور اُس کے مضمرات سے تصادم نہ ہو۔ تعبیر ایک قسم کا استنباط ہے جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایک بنیادی عقیدہ جس چیز کا تقاضا کر رہا ہے اُسے موڑ توڑ کر ایسے معانی پہنا لیے جائیں جن کی اُس میں سے گنجائش نہ نکلتی ہو اور وہ معانی اُس عقیدہ کی بنیادوں کو ہی متزلزل کر کے رکھ دیں۔ اگر عقیدہ ختمِ نبوت

میں خاتمیت کی یہ تعبیر یعنی اجرائے نبوت ممکن ہوتی جو اس وقت قادیانی کر رہے ہیں، تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ امت مسلمہ اُن جھوٹے مدعیانِ نبوت کے ساتھ ہمیشہ حسنِ ظن رکھتی۔ اُن کی "اسلامی خدمات" کی مدح و ستائش کرتی اور اُن کے ساتھ کبھی اُس سختی کا برتاؤ نہ کرتی جو فی الواقع اُس نے کیا ہے۔ تعبیر کے اختلافات، کی آخر بہت سے دوسرے معاملات میں بھی تو مثالیں موجود ہیں۔ امت مسلمہ کی عظیم اکثریت کا اُن کے بارے میں احساس کیوں اتنا نازک نہیں جتنا کہ اس عقیدہ کے بارے میں ہے۔

دوسرے اگر معاملہ صرف تعبیر کا ہوتا تو خود قادیانی بھی اسے کبھی اتنا نہ اچھالتے جتنا کہ اسے اچھالا اور نمایاں کیا جا رہا ہے۔ جو فرد بھی اُن کی اس تعبیر سے متفق نہیں ہوتا وہ اسے برملا کافر کہتے ہیں اور اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ تعبیر کے معمولی سے اختلاف پر یہ شدت اور اصرار اور اس مسئلہ پر دونوں طرف سے یہ اتفاق و اتحاد اس بات کی کھلی غمازی کر رہا ہے کہ یہ معاملہ کوئی فروعی نوعیت کا نہیں بلکہ اساسی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی لیے جب بھی اس پر خفیف سی زد پڑتی ہے تو دونوں طرف کے لوگ تلملا اٹھتے ہیں۔ آخر مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان بھی تو تعبیر کے کئی اختلافات پائے جاتے ہیں اور ان اختلافات کی بنا پر بعض غیر متوازن لوگ اپنے مخالفین پر کفر کے فتوے عائد کر دیتے ہیں لیکن کیا ان فتووں نے مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی پر وہی دُور رس اثرات مترتب کیے ہیں جو کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلاف کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ کیا ان فتووں کی وجہ سے امت مسلمہ کے مختلف طبقے ایک دوسرے سے کٹ کر بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ کیا اس بنا پر انھوں نے اپنے معاشرتی تعلقات کو یکسر منقطع کر لیا ہے۔ کیا ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز ادا کرنے، وفات کے وقت دعائے مغفرت کرنے اور رشتہ ناطہ کرنے میں مسلمانوں کی عام آبادی میں وہی تنگ نظری اور تعصب پایا جاتا ہے جس کا مظاہرہ قادیانی کرتے ہیں۔ مسلکِ اہلِ حدیث کے بعض غیر محتاط علماء نے احناف کی تقلیدانہ روش کو شرک سے

تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح چند پُرجوش حنفیوں نے بھی اہلِ حدیث کے بعض مسائل سے اختلاف کرتے ہوئے اُسے بے دینی قرار دیا ہے۔ لیکن ان فتووں کی موجودگی مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی کو قطعاً زیر و زبر نہیں کر سکی۔ ایک تو ان فتووں پر کبھی بھی ایک ہی مسلک کے علماء کے اندر کامل اتفاق و اتحاد نہیں ہوتا اگر ایک غیر محتاط عالم کسی دوسرے مسلک پر کوئی فتویٰ عائد کرتا ہے تو اُسی مسلک کے حامل علمائے متین اور سنجیدہ جماعت خود آگے بڑھ کر اس سے بیزاری کا اظہار کر دیتی ہے۔ دوسرے اس سے معاشرتی زندگی میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہونے پاتا اور حیاتِ اجتماعی کی جوئے رواں فطری رفتار سے اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ ہماری تاریخ میں کتنی بار تکفیر کے بازار گرم ہوئے ہیں لیکن اُن کی وجہ سے ہماری ہیئتِ اجتماعی میں کوئی غیر معمولی بگاڑ اور اختلال پیدا نہیں ہوتا۔

کیا ان سارے حقائق کو دیکھتے ہوئے بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے اور قادیانیوں کے درمیان تعبیر کا جزوی اختلاف ہے اور یہ نوعیت کے اعتبار سے اُس اختلاف سے ملتا جلتا ہے۔ جو مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مابین پایا جاتا ہے۔

ترجمان القرآن کا منصب رسالت نمبر

اس ضخیم نمبر میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے منکرینِ حدیث کے تمام دلائل کا نہایت مدلل اور مسکت جواب دیا ہے۔ دفتر میں اس کے چند پرچے باقی رہ گئے ہیں۔ ضرورت مند احباب فوری توجہ فرمائیں۔ قیمت فی پرچہ ۲ روپے ۵۰ پیسے دس سے زائد پرچوں کی خریداری پر ۲۰ فیصد رعایت۔

مینیجر ترجمان القرآن اچھرہ

لاہور